*International Journal of Islamic Studies & Culture* *ISSN-2709-3905*
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/199 *PISSN2709-3891*
(Volume.3, Issue.3 (2023)
(July-September)

# A Research Overview of Discussions of Ayat Tasmia in the Holy Quran

# قرآن مجید میں آیت تسمیہ کے مباحث کا تحقیقی جائزہ

**Maryam Hamid**
Lecturer Islamiyat, Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar at-
mayamhamid21@gmail.com

## Abstract

Islam is a complete code for life. Islam prescribes and encourages its believers to do righteous deeds and teaches them prayers and supplications before starting each work so that they are blessed and protected. Among these supplications, one of the essential is Ayat Tasmia "Bismillah al-Rahman al-Rahim." This important Arabic prayer reflects the culture and civilization of an Islamic society regardless of their different languages. Muslims usually recite it before starting their activities, for example, before eating. In the Quran, this prayer is revealed in Surat al-Namal and comes before every Surah except Surah-Al-Tawbah. Thus it transpires 114 times in the Qur'an. It is also abbreviated as Bismillah, Bismillah, and Tasmiyyah. Every Surah of the Holy Qur'an except Surah Al-Tawbah begins with Bismillah al-Rahman al-Raheem. There is a difference of opinion among scholars as to whether it is part of a particular Surah or only used as a Benediction. This difference affects the number of verses as well as its obligation or significance when reciting the Qur'an. This research aims to explore Ayat Tasmia's directives in the Holy Quran and will solve a fundamental challenge for the readers, enabling them to recite the Holy Quran appropriately, particularly in Prayers.

**Key words:** Supplications, Islamic Society, Benediction, Obligation.

## تمہید:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اسلام نہ صرف اپنے پیروکاروں کو اعمال صالحہ کی تعیین و تلقین کرتا ہے بلکہ انہیں ہر کام کے آغاز سے پہلے کچھ خاص کلمات اور اذکار بھی سکھلاتا ہے تاکہ مؤمن ان کلمات اور اذکار کا اہتمام کر کے اس میں برکات لا سکے اور اسکے شر سے محفوظ رہ سکے۔ ان کلمات اور اذکار میں سے ایک اہم کلمہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک ایسا عربی کلمہ ہے جو ایک اسلامی معاشرے کی تہذیب و تمدن کی عکاسی کرتا ہے یہ دنیا کے تمام مسلمان پڑھتے ہیں جو چاہے کوئی بھی زبان بولتے ہوں۔ مسلمان اسے عموماً مختلف کاموں کے شروع کرنے سے پہلے پڑھتے ہیں مثلاً کھانا کھانے سے پہلے۔ یہ قرآن کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے آتا ہے سوائے سورۃ التوبہ کے۔اس کے علاوہ یہ سورۃ النمل میں بھی آتا ہے یوں قرآن میں یہ 114 مرتبہ مذکور ہے۔اسے مختصراً بسم اللہ، بسملہ اور تسمیہ بھی کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم کے ہر سورت کا آغاز سوائے سورہ التوبہ کے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوتا ہے اس امر میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ یہ کسی خاص سورہ کا حصہ بھی ہے یا ہر سورہ کے ابتداء میں یہ صرف بطور ایک متبرک آغاز اور ایک امتیازی علامت ہے۔اس اختلاف کا اثر نہ صرف قرآن مجید کی آیتوں کی تعداد پر ہوتا ہے بلکہ تلاوت قرآن کے وقت اسکے وجوب یا استحباب کے ساتھ اہتمام میں بھی ہوتا ہے۔

اس تحقیقی کام کا مقصد قرآن مجید میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے احکام کا تحقیقی جائزہ لینا ہے۔اس سے قارئین کا ایک اہم مسئلہ حل ہوگا اور وہ صحیح طریقے سے قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کر سکے گے بلخصوص نماز میں۔

## 1- آیت تسمیہ کی اہمیت وفضیلت

ہر نیک کام سے قبل بسم اللہ پڑھنے کی بہت اہمیت و برکات ہیں۔ہر وہ کام جو اللہ کے نام سے شروع ہو تو اس کام میں اللہ تعالی بہت زیادہ برکت ڈال دیتا ہے اور وہ کام بہت آسانی کے ساتھ انجام پاتا ہے۔بسم اللہ قرآن مجید کا جوہر ہے امۃ محمد یہ کی خاص خصوصیات اور انعامات میں سے ہے جس کے ساتھ مسلمان اپنا ہر کام شروع کر کے اس کے انجام کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے پھر اللہ تعالی اس بسم اللہ کی بدولت اس کے کام سے شر کو دفع کر کے اس میں برکت ڈال دیتا ہے اور اسکا کام اس کے لیے آسان کر دیتا ہے۔آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت سلیمان کے علاوہ صرف حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔

دنیا کے تمام انسانوں کا ایک ہی رسم ہے کہ وہ جب بھی کوئی اہم کام شروع کرتے ہیں اس کام کا آغاز کسی عظیت والی شخصیت کا نام لے کر کرتے ہیں عمارت کی تعمیر کی بنیاد رکھنی ہو یا کوئی بھی چھوٹا بڑا کام ہو اسکی ابتداء ایسی شچصیت کے نام سے کرتے ہیں جس پر سب کا اعتماد اور یقین ہو۔ یعنی ایسی ذات جو لافانی ہو،ہمیشہ رہنے والی ہو اور ایسی تنہا ذات جسے دوام حاصل ہے وہ ذات پاک الہی ہے۔

پائیداری اور بقائے عمل کا دارومدار اسی پر ہے کہ اسے اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔اسی لیے اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو پہلی ہی وحی میں یہ حکم دیا کہ اسلام کی تبلیغ کا کام اللہ کے نام سے شروع کرو۔ارشاد باری تعالی ہے: { اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ }[1]

ترجمہ:پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

اسکے علاوہ حضرت نوح نے اپنے ساتھیوں کو کشتی میں سوار ہوتے ہوئے اور اترتے ہوئے یہی تاکید فرمائی کہ بسم اللہ پڑھیں۔{ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا }[2]-

ترجمہ:اور نوح نے کہا: کشتی میں سوار ہو جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔

اسی طرح حضرت سلیمان نے ملکہ بلقیس کو خط لکھا تو اسکی ابتداء بھی انہی کلمات سے کی تھی: { إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ }[3]-

## 2-بسم اللہ کی فضیلت

احادیث مبارکہ میں بہت سی روایات میں بسم اللہ کی فضیلت بیان ہوئی ہیں،ان میں سے بعض مذکور ہیں:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عثمان ابن عفان نے رسول اللہ ﷺ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے متعلق سوال کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: {یہ اللہ عزوجل کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور یہ اللہ اور اسم اعظم کے درمیان اتنا قریب ہے جیسا کہ آنکھ کی سیاہی اور اسکی سفیدی۔[4]

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:لوگ کتاب اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت سے غافل ہوگئے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہوا سوائے سلیمان کے۔امام بیہقی نے فرمایا:اور ہمارے اصحاب سے عام نقل سے اسکا قرآن ثابت ہونا کہتے ہیں۔اور مسلمانوں کو آباؤاجداد سے جتنے بھی قرآن کے مصاحف وراثت میں ملی ہیں ان میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا قرآن ہونا ہر سورت کے آغاز میں سوائے سورہ برآۃ کے ثابت ہے۔اس کے بعد جو بھی چیز ایک ہی شکل و خاصیت میں آتی ہے وہ سب قرآن ہونا لازمی ہے وہ سورت کے شروع میں اسکی تصدیق کرتا ہے سوائے سورہ براۃ کے۔اور ہم نے ابن عباس،ابن مسعود اور ابن عمر سے روایت کی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے۔[5]

ابن عباس فرماتے ہیں: نبی ﷺ سورت کا فصل نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی۔[6]

ابن عباس فرماتے ہیں: جب جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس بسم اللہ الرحمن الرحیم لے کر آتے۔آپ ﷺ جان جاتے کہ ایک سورۃ ختم ہوئی اور دوسری سورۃ شروع ہوئی۔[7]

امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں:جو شخص ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتا پس اس نے ایک سو تیرہ آیتیں چھوڑی ہیں۔[8]

شعب الایمان میں روایت ہے کہ بشر ابن حارث ایک چالاک انسان تھا اسلحہ ساتھ رکھتا تھا اس کی توبہ کی قبولیت کی وجہ یہ تھی کہ اسکو پاخانے کہ کچرا میں ایک کاغذ کا ایک ٹکڑا ملا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا اور یہ اس پر سرفراز ہوا۔پس اس نے وہ ٹکڑا اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے میرے رب آپ کا نام یہاں پھینکا گیا ہے۔پھر اس نے اسے فرش سے اٹھایا اور اس پر سے لگا ہوا گند ہٹادیا اور خوشبو بیچنے والے کے پاس آیا اور اسے اس کے پاس موجود سب سے زیادہ قیمتی عطر خریدا۔پھر اس کو عطر لگا کر دیوار کی سراخ میں رکھ دیا۔پھر ایک شیشہ فروش جس کے ساتھ اسکا اٹھنا بیٹھنا تھا کے پاس گیا۔شیشہ فروش نے اسے کہا کہ آج رات میں نے تمہارے بارے میں ایک خوش آئند خواب دیکھا ہے۔میں نے آج تک اسے زیادہ اچھا خواب نہیں دیکھا ہے۔لیکن میں تمہیں تب تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ تم مجھے یہ نہ بتاؤ کہ ان دنوں آپ نے کیا کیا ہے جو تیرے اور خدا کے درمیان ہے؟اس نے کہا کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جو میں جانتا ہوں سوائے اس کے کہ میں آج باتھ روم کی بھٹی سے گزرا۔پھر اس کا(کاغذ کا ٹکڑا)ذکر کیا۔شیشہ فروش نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی مجھے نیند میں کہہ رہا ہے کہ بر سے کہو کہ تُو ہمارے نام کو زمین سے عظمت کے ساتھ اٹھالے کہ وہ پیروں تلے پامال نہ ہو،تاکہ ہم دنیا اور آخرت میں تیرا نام بلند کریں۔[9]

*International Journal of Islamic Studies & Culture* *ISSN-2709-3905*
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/199 *PISSN2709-3891*
(Volume.3, Issue.3 (2023)
(July-September)

شعب الایمان میں منصور ابن عمار کے متعلق ذکر ہے کہ انہیں حکمت دیا گیا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ انہیں راستے میں ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا تھا انہوں نے اسے اٹھالیا پر رکھنے کے لیے کوئی جگہ نہ ملی تو کھالیا۔ پھر آپ نے کسی کو خواب میں یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ خدا نے اس کاغذ کا احترام کرکے آپ کے لیے حکمت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اور اس کے بعد وہ حکمت کی باتیں کرنے لگا۔[10]

حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے آراستہ کیا تو اسے بخش دیا گیا۔[11]

ایک اور روایت میں ضحاک ابن مزاحم فرماتے ہیں: کاش میں وہ ہاتھ کٹتے ہوئے دیکھوں جس نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا اور سین کے شوشے نہیں بنایا۔۔۔ ابن سیرین اس بات کو سخت ناپسند کرتے تھے۔[12]

ابو تمیم عجمی ایک شخص سے روایت ہے جو نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ کہ ایک مرتبہ وہ نبی ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا کہ گدھا ٹھوکر کھا گیا۔ اس نے کہا: شیطان ذلیل و خوار ہو جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کہ شیطان ذلیل و خوار ہو جائے۔ کیونکہ جب تم کہتے ہو کہ شیطان ہلاک ہو جائے تو وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے: میں نے اپنی آنکھوں سے اسے کچل دیا۔ بلکہ تم کہو: بسم اللہ، تو وہ اسے چھوٹا ہو جاتا ہے حتی کہ ایک مکھی سے بھی چھوٹا اور حقیر ہو جاتا ہے۔[13]

حدیث امیہ ابن مخشی میں ہے کہ ایک شخص نے کھانا کھایا اور بسم اللہ نہیں پڑھا یہاں تک کہ آخری لقمہ رہ گیا تو کہا: بسم اللہ اولہ وآخرہ، پس نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا: شیطان اس کے ساتھ برابر کھانا کھا رہا تھا پس جب اس نے بسم اللہ پڑھا اس کے پیٹ میں جو تھا اس نے قے کر دی۔
[14]

### 3-بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی مستقل آیت ہے؟

علماء کا اتفاق ہے کہ بسم اللہ قرآن مجید کی سورہ نمل کی مستقل آیت ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ ہر سورت کے شروع میں ایک مستقل آیت ہے؟ یا ہر سورت کی مستقل آیت ہے یا صرف سورہ فاتحہ کی آیت ہے۔ اس بارے میں علما کے تین اقوال ہیں:

1-یہ نہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور نہ کسی دوسری سورت کی۔ یہ امام مالک امام ابو حنیفہ اور انکے ساتھیوں کا قول ہے۔

2-یہ ہر سورت کی آیت ہے۔ یہ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے۔

3-امام شافعی اس میں دو رائے رکھتے ہیں: یہ صرف سورت فاتحہ کی آیت ہے اور باقی سورتوں کی نہیں۔ اور کبھی فرمایا: یہ ہر سورت کی آیت ہے۔ مگر اس میں انہیں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ سورت النمل کی آیت ہے۔[15]

جہاں تک امام شافعی کے پہلے قول کا تعلق ہے تو آپ کی دلیل اس حدیث پر ہے جو حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم الحمد للہ رب العالمین کی قراآت کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو، یہ ام القرآن ہے، ام الکتاب ہے السبع المثانی ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کی آیت میں سے ایک آیت ہے۔[16]

یہ حدیث ابو بکر حنفی نے عبدالحمید بن جعفر سے انہوں نے نوح بن ابی بلال سے انہوں نے سعید بن مقبری سے اسی طرح روایت کیا ہے اور ابو بکر حنفی نے پھر نوح سے اسی طرح موقوفا روایت کیا ہے۔

ابو بکر حنفی کو احمد بن حنبل اور ابوزرعہ نے ثقہ اور یحیی بن معین نے صدوق اور ابو حاتم نے صالح الحدیث کہا ہے۔ جبکہ عبدالحمید کو ابن حجر نے صدوق اور اہل قدر میں سے شمار کیا ہے۔ نوح بن ابی بلال ثقہ راوی ہے۔

اسی طرح ایک روایت صحیح ابن خریمہ میں حضرت ام سلمہ سے [17] بھی روایت ہے لیکن اسمیں عمر بن ہارون ہے اور اسکو امام ابن حجر [18] متروک اور امام ذہبی [19] نے واہی قرار دیا ہے۔

اسی طرح ایک روایت سنن ابوداود میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورتوں کی جدائی نہیں جانتے تھے حتی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی۔[20]

جہاں تک امام شافعی کے دوسرے قول اور عبداللہ بن مبارک کی رائے کا تعلق ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورت کی آیت ہے تو انکے قول کی حجیت صحیح مسلم کی اس روایت پر ہے جو حضرت انس سے روایت ہے فرمایا: ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تھے آپ ﷺ کو اونگھ آگئی۔ پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ ہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کس نے ہنسایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ ﷺ پڑھا: بسم الله الرحمن الرحيم۔ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۔ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے فرمایا: اللہ اور اسکے رسول ﷺ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوثر ایک نہر کا نام ہے، جسے میرے رب نے مجھے جنت میں دینے کا وعدہ کیا ہے۔[21]

صحابہ میں سے حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر، حضرت ابوہریرہ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے حضرت عطاء، حضرت طاؤس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مکحول، اور حضرت زہری رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

البتہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ بسم اللہ نہ تو سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور نہ کسی اور سورت کی۔ اور یہی صحیح مذہب ہے۔ کیونکہ باقی دو اقوال کی دلیل اخبار آحاد پر ہے اور قرآن اخبار آحاد سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا طریق تواتر قطعی ہے۔ جس میں اختلاف نہیں ہوتا۔ ابن عربی نے کہا: اس کے قرآن نہ ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس میں اختلاف ہے اور قرآن میں اختلاف نہیں ہے۔ داود کہتے ہیں کہ یہ ہر

سورت کے شروع میں ایک مستقل آیت ہے مگر سورت میں داخل نہیں ہے۔اور یہی قول امام احمد بن حنبل اور ابو بکر رازی اور ابو حسن کرخی کا بھی ہے۔اور یہی صحیح مذہب ہے۔[22]

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کی ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے سوال کیا۔ جب بندہ کہتا ہے: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ تو اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ اور جب کہتا ہے: الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ تو اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء بیان کی۔ اور جب کہتا ہے: مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ۔ تو فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بڑھائی بیان کی۔ اور جب کہتا ہے: إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ تو اللہ تعالی فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے سوال کیا۔ اور جب اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ تو فرمایا: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے سوال کیا۔[23]

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کی آیت نہیں ہے۔ اور یہی اسکی دلیل کے لیے کافی ہے۔

اگرچہ کہ بسم اللہ مصحف میں موجود ہے لکھی ہوئی ہے اور نقل ہوتی ہوئی آرہی ہے جس طرح سورہ نمل میں ہوتی آرہی ہے مگر یہ سورہ فاتحہ یا ہر سورت کی آیت ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ سورتوں کے درمیان فصیل ہونے کی وجہ سے ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورتوں کی جدائی نہیں جانتے تھے حتی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی۔

اور دوسری وجہ اسکی ہر سورت کے آغاز میں ذکر کرنے کا اسکی تبرک کے لیے ہے۔ جیسا کہ روایات میں اسے کتب اور رسائل کی ابتداء میں اسے لکھنے کی تاکید ہے۔

## 4-سورۃ فاتحہ میں آیت تسمیہ کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کی آیت ہے؟ یہ مسئلہ علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ سبحانہ و تعالی فرماتا ہے۔ {وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ } [الحجر: 87]

اور صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الحمد للہ رب العالمین ام القرآن ہے اور ام الکتاب ہے اور سبع مثانی ہے۔[24]

اسطرح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سبع مثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے۔ اگر سورہ فاتحہ کے سات آیات ہیں تو اسمیں سے ایک آیت بسم اللہ ہے یا نہیں۔ اس اختلاف کی وجہ حضرت ابوہریرہ ہی کی ایک روایت جو سنن دار قطنی میں ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: جب تم الحمد للہ رب العالمین کی قراآت کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو، یہ ام القرآن ہے، ام الکتاب ہے السبع الثانی ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کی آیت میں سے ایک آیت ہے۔[25]

امام شافعی دار قطنی کی روایت کو دلیل قرار دیتے ہوئے بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کی ایک آیت ٹھراتے ہیں اس طرح امام صاحب کے نزدیک سورہ فاتحہ کے سات آیات اسطرح ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک آیت ہے۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ دوسری آیت ہے۔ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ۔ تیسری آیت ہے۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ چوتھی آیت ہے۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ پانچویں آیت ہے۔ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ چھٹی آیت ہے۔ اور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ساتویں آیت ہے۔

البتہ ابوہریرہ کی یہ روایت معجم الاوسط میں بھی روایت ہے اور امام طبرانی نے فرمایا کہ اس حدیث کو نوح بن ابی بلال سے عبدالحمید بن جعفر کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے اور علی بن ثابت اسمیں منفرد ہیں۔[26]

جبکہ ابوہریرہ کی پہلی روایت جو سنن ابو داود میں ہے زیادہ صحیح ہے اور اسکی تائید ابوہریرہ کی دوسری روایت جو صحیح مسلم میں ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔۔۔ آخر تک۔

لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی آیت نہیں ہے۔ اور جو حضرات بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کی آیت نہیں مانتے وہ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو الگ آیت شمار کرتے ہیں۔ اور اسی طرح سات کی گنتی پوری کرتے ہیں۔ اس طرح مدینہ، شام اور بصرہ کے قراء نے أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو آیت شمار کیا۔ اور ابوہریرہ سے بھی روایت ہے کہ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ چھٹی آیت ہے۔ اور رہے اہل کوفہ کے قراء تو وہ بسم اللہ کو آیت شمار کرتے ہیں اور أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو علیحدہ آیت شمار نہیں کرتے۔[27]

### 5- نماز میں بسم اللہ کا مسئلہ

جہری نمازوں میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے یا آہستہ سے پڑھنے میں اختلاف ہے۔ جو علماء حضرات بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کی آیت قرار دیتے ہیں انکے نزدیک نماز میں بھی الحمد للہ کے ساتھ بسم اللہ کی تلاوت بھی باآواز بلند کی جائے گی اور لازمی پڑھا جائے گا۔ اور جو لوگ اسے سورہ فاتحہ سے الگ آیت مانتے ہیں وہ اس کے پست آواز پڑھنے کے قائل ہیں۔ اور امام شافعی اور بعض لوگ اسے ہر سورت کی اول آیت ٹھراتے ہیں اور سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے اسے اونچی آواز سے پڑھتے ہیں۔ صحابہ اور تابعین کی ایک کثیر جماعت بھی اسے اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔

بسم اللہ کی باآواز بلند پڑھنے کے قائلین کی دلیل حضرت ابن عباس کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے نماز شروع کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض کی یہی رائے ہے جس میں ابوہریرہ، ابن عباس، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں اور اسی طرح تابعین اور امام شافعی بسم اللہ کی تجہیر کے قائل ہیں۔

حضرت ابن عباس کی یہ روایت سنن ترمذی میں وکر دہے اور امام ترمذی اور امام البانی نے اس کو ضعیف الاسناد قرار دیا ہے۔[28]

جو حضرات بسم اللہ کے جہری تلاوت کے قائل نہیں ہیں انکی دلیل حضرت انس کی روایت ہے۔ جو صحیح سند کے ساتھ روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت عمر، حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان قراءۃ کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہی طریقہ کار اکثریت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور بعد کے اہل علم کا بھی رہا ہے۔ جبکہ امام شافعی اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ الحمد للہ رب العالمین سے مراد ہے کہ وہ سورۃ کی تلاوت سے پہلے سورہ فاتحہ کی قراءۃ کرتے تھے اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی قراءۃ نہیں کرتے تھے۔ اور امام شافعی کی رائے تھی کہ بسم اللہ سے ہی قراءۃ کا آغاز ہو اور اگر جہری نماز ہو تو جہری قراءۃ ہو۔[29]

## 6-نماز میں مختلف مکتبہ فکر کے اختلاف کے اثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سورہ فاتحہ اور دوسری سورتوں کے مستقل آیت ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف کی وجہ سے نماز میں مختلف مکتبہ فکر کے ہاں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً شافعی مکتبہ فکر کے حضرات بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کی مستقل آیت ٹھراتے ہیں اور اس طرح نماز میں الحمد للہ رب العالمین سے پہلے بسم اللہ کی قراءت کے قائل ہیں اور جہری نمازوں میں بھی باقاعدہ اسکی باآواز بلند تلاوت کرنے کا اہتمام کرنا لازمی قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح امام شافعی اور عبداللہ ابن مبارک بسم اللہ کو ہر سورت کی مستقل آیت مانتے ہیں اور نماز میں بھی سورہ فاتحہ کے بعد ہر سورت سے پہلے اسکی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

اسکے برعکس مالکی اور حنفی مکتبہ فکر کے حضرات بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ سورہ فاتحہ اور ناہی دوسری سورتوں کی مستقل آیت ٹھراتے ہیں اس طرح وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی نماز میں تلاوت کرنے کے اہتمام کو لازمی نہیں ٹھراتے نہ ہی الحمد للہ رب العالمین سے پہلے اور نہ ہی کسی دوسری سورت سے پہلے۔ اور نہ ہی جہری نماز میں اس کے جہری قراءت کے قائل ہیں۔

## 7-بسم اللہ الرحمن الرحیم کی نحوی ترکیب

اب بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ کی ایک ایک حرف کی نحوی ترکیب بیان کی جاتی ہے۔

**حرف باء:** بسم اللہ اصل میں باسم اللہ ہے یعنی الف کے ساتھ لکھا جاتا۔ لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا گیا ہے اور اسکی جگہ باء کو طویل کر دیا گیا تاکہ حذف پر دلالت کرے اور تحسین خط ہو۔ علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: کتاب اللہ کی تعظیم کے لیے باء کو طویل کرو اور سین کے دانت کو ظاہر کرو، میم کو گول لکھو، اس لئے کہ اس میں تحسین خط بھی ہے، اہتمام لفظ پر محافظت بھی اور تعظیم بھی۔[30]

عام قاعدہ ہے کہ ہمزہ وصل کا ماقبل سے اتصال ہوتا ہے تو تلفظ میں ہمزہ وصل ساقط پر ہوتا ہے۔ لیکن کتابت میں باقی رہتا ہے جس طرح سے اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ اور دوسری آیات میں ہیں۔ لیکن خلاف اصول تسمیہ میں کتابت میں حذف ہے اور باء کو طویل کیا گیا ہے۔ ایسا اسلئے ہے کہ مصحف عثمانی میں ایسا لکھا گیا تھا، اسی رسم خط پر صحابہ کا اجماع ہے۔ اور اسی میں مصلحت ہے۔[31]

لفظ باء حروف مفردہ میں سے ہے اور حروف مفردہ میں فتح اصل ہے لیکن بسم اللہ میں باء مکسور ہے۔ بسم اللہ میں دو امتیازی وصف جمع ہیں: حرفیت اور جارہ ہونا۔ ان دونوں کے لئے جر ہونا لازمی ہے۔ اس لئے اسکو کسرہ دیا گیا ہے اور یہ دونوں وصف کسی دوسرے حرف میں جمع نہیں ہے۔ باء کبھی اسم یا فعل نہیں ہوتا ہمیشہ حرف ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ مجرور رہتا ہے۔ باء کو اسلئے کسر دیا گیا ہے تاکہ انسان اپنے رب کے سامنے تواضع، خضوع وانکساری اور کسر نفسی کے ساتھ پیش آئے کیونکہ (مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ)۔[32]

بسم اللہ میں باء ایک اضافی ہے۔ جو اس کے بعد آنے والی چیزوں کو مخفف کرتا ہے۔ باء سے پہلے فعل کو مقدور ماننا لازم ہے۔ حرف باء دلالت کرتا ہے أَبْدَأُ بِسْمِ اللّٰهِ یا قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ پر۔[33]

باء حروف جارہ میں سے ہے جو متعدد معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:

1- الصاق کے لئے حضرت عبد العزیز محدث دہلویؒ نے اپنی تفسیر میں یہی اختیار کیا ہے۔[34]

2- استعانت کے لئے۔ علامہ بیضاوی اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔[35]

3- مصاحبت کے لئے۔ علامہ زمخشری کا یہی قول ہے۔[36]

4- تبرک کے لئے۔ ابن کثیر نے یہی مراد ذکر کی ہے۔[37]

الغرض لفظ باء کے کئی معانی ہیں لیکن اکثر علماء استعانت کے معنی کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ استعانت میں تواضع وانکساری اور ظہار عبدیت زیادہ جھلکتی ہے۔ اور اس کے ساتھ انسان مکمل طور پر اپنی بے بسی اور اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا اعتراف کرتا ہے جو کہ ایاک نعبد اور ایاک نستعین کے زیادہ مصداق ہے۔

**اسم:** اسم اور مسمی میں اختلاف ہے کہ یہ عین ذات ہے یا غیر ذات۔ اکثریت کی رائے ہے کہ اسم مسمی ہے اور وہ عین ذات ہے۔[38] جیسے باری تعالی کا ارشاد ہے: إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى۔[39] اس آیت میں اللہ تعالی نے خبر دی کہ اسکا نام یحیی ہوگا اور پھر نام پکارا، فرمایا: يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ۔[40] اور اسی طرح فرمایا: مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا۔[41] اور اسماء سے مراد معبود افراد ہیں۔ کیونکہ وہ مسمات کو پوجتے تھے۔ اور تسمیہ کو بھی کثرت استعمال کی وجہ سے اسم کہتے ہیں۔[42]

اسم کے اشتقاق میں بھی اختلاف ہے۔ بصریین کے نزدیک اسم ان اسماء میں سے ہے جن کے آخر کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کرکے ابتداء میں مبنی علی السکون کر دیا گیا پھر قرآۃ کی تسہیل کے لئے ہمزہ وصل کا اضافہ کیا گیا۔

جبکہ کوفیین کے ہاں اسم وسم سے مشتق ہے۔یعنی مثال واوی ہے،واو کو اوائل مین حذف کر کے ہمزہ وصل لایا گیا۔

جمہور کے نزدیک اسم سمو سے مشتق ہے اور اصل کے اعتبار سے ناقص واوی ہے جس کے معنی علو اور بلندی کے ہیں۔کثرت استعمال کی وجہ سے آخر سے واو کو تخفیفاحذف کر کے اور سین کو ساکن کر کے حسب دستور ہمزہ وصل کا اضافہ کیا گیا۔[43]

**اللہ:** لفظ اللہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ عربی ہے یا عجمی۔راجح یہ ہے کہ لفظ اللہ عربی ہے اسم علم ہے اور غیر مشتق ہے اور اللہ تعالی کے لئے خاص ہے۔[44]

ابن کثیر نے تفسیر میں اسی کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔[45]

پھر لفظ اللہ کے اشتقاق میں بھی اختلاف ہے۔بعض نحویین کے نزدیک اله الهة کا اشتقاق ہے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے: وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ۔[46] جس کے معنی ہے جس کی عبادت کی جاتی ہو اور وہ کسی کی عبادت نہیں کرتا۔بعض نے کہا کہ اس کی اصل اِلَہٌ ہے جیسا کہ قول اللہ تعالی ہے: وَما كانَ مَعَهُ مِنْ إِلٰهٍ إِذاً لَذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِما خَلَقَ۔[47]

بعض کا خیال ہے کا اسکا اصل اَلَهتُ اِلَیھَا ہے یعنی میں نے اس سے سکون اور راحت پایا۔کیونکہ اللہ کے ذکر میں ہی اطمنان قلب ہے۔[48]

سیبویہ خلیل سے روایت ہے کہ یہ اله ولاہ سے مشتق ہے جیسے فعال۔پھر ہمزہ کے بدلے تعظیم کے لئے الف لام لایا گیا۔[49]

بعض کا خیال ہے کہ یہ اصل میں ولاہ ہے جس سے مراد عقل کا چلا جانا ہے۔کیونکہ باری تعالی کی ذات کی تحقیق میں عقل مانند پڑ جاتی ہے اس لئے اس کو اللہ کہا جاتا ہے۔پھر واو کو حمزہ سے بدل دیا گیا جس طرح سے وشاح سے اشاح ہے۔[50]

بحر حال مختار مذہب یہی ہے کہ لفظ اللہ مشتق نہیں سے۔اسکی بہت سے دلیلیں ہیں پر ایک دلیل یہ ہے کہ اگر یہ مشتق ہوتا تو اسکی معنی میں کئی افراد شرکت کرتی،جبکہ اللہ تبارک وتعالی شرک سے پاک ہے۔پس یہ مشتق نہیں ہے۔[51]

**الرحمن الرحیم:** رحمن ورحیم دونوں رحمت سے ماخوذ ہیں،دونوں کے ایک ہی معنی ہیں جیسے ندمان اور ندیم،دونوں مبالغہ کے لئے ہیں۔[52]

اور رحمت لغت میں رقت قلب کو کہتے ہیں جو فضل واحسان کا سبب ہے۔اور رحمن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔رحمن کے معنی ہیں بے حد مہربان،اور عام رحمت۔اللہ تعالی کی صفات میں عام رحمت سے مراد ہے کہ وہ ذات جسکی رحمت سارے عالم،ساری کائنات اور تمام مخلوقات مسلم اور کافر کی تمیز سے بالاتر سب تک محیط ہو۔[53]

اور رحیم سے مراد ہے کہ نہایت رحم کرنے والا۔تام رحمت۔تام رحمت کا مطلب ہے کہ اسکی رحمت کسی عنوان سے پوری ہو۔

ابن کثر فرماتے ہیں رحمن سے مراد دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والا اور رحیم سے مراد صرف آخرت میں رحم کرنے والا ہے۔اسلیئے رحمن خاص ہے صرف اللہ تعالی کے لئے۔اور اللہ کے سوا کسی مخلوق کا نام صرف رحمن رکھنا جائز نہیں۔بلکہ عبد الرحمن نام رکھا جائے اور اسکی تخفیف کر کے رحمن پکارنا ہرگز جائز نہیں۔[54]

رحمن اور رحیم دونوں عربی الفاظ ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رحمن عربی لفظ نہیں بلکہ عبرانی ہے۔ لیکن ابواسحاق اس رائے کو صحیح نہیں مانتے۔ ایسا اسلئے کہا جاتا ہے کیونکہ نزول قرآن کی ابتداء میں اہل مکہ نے رحمن لفظ سے ناواقفیت کا اظہار کیا تھا۔[55]

مگر قرطبی نے اس دلیل کو محض خیال گردانا ہے اور کہا ہے کہ اہل مکہ کا اس نام سے انکار محض ان کی جہالت اور عناد و سرکشی کے سبب تھا ۔ جبکہ رحمن مشتق لفظ ہے اور اسکی دلیل ایک صحیح حدیث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں رحمن ہوں میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور اپنے ناموں میں سے ہی اسکا نام مشتق کیا ہے اور اس کے ملانے والوں کو میں ملاؤں گا اور توڑنے والے کا کاٹ دوں گا۔[56]"[57]

عثمان بن عفان– رضي الله عنهم– سأل صلى الله عليه وسلم عن تفسير بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ فقال: أما الباء: فبلاء الله وروحه، ونصره وبهاؤه وأما السين: فسناء الله، وأما الميم: فملك الله وأما الله: فلا إله غيره وأما الرحمن: فالعاطف على البر والفاجر من خلقه وأما الرحيم: فالرفيق بالمؤمنين خاصة.[58]

عثمان بن عفانؓ سے بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ کی تفسیر سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: پس باء سے مراد خدا اور اس کی روح کی تکلیف اور اس کی فتح اور شان و شوکت ہے، جبکہ سین اللہ کی بھلائی ہے، اور میم اللہ کی بادشاہی ہے، جبکہ اللہ سے مراد ہے کہ کوئی اللہ کے سوا عبادت کے لائق نہیں۔ جہاں تک رحمن کا تعلق ہے: وہ اپنی مخلوق کے نیکوں اور بدکاروں پر مہربان ہے۔ اور جبکہ رحیم سے مراد بالخصوص مؤمنین پر شفقت اور رحمت ہے۔

## 8-خلاصہ

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" ایک بابرکت کلمہ اور ذکر عظیم ہے، اسلامی معاشرے کی تہذیب وثقافت کا آئینہ دار ہے۔ مسلمان اپنا ہر کام "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے شروع کرتا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ذریعے مؤمن عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا کام اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور اس طرح اسکے کام میں برکت آجاتی ہے اور اس کام کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

یہ سورہ النمل کی باقاعدہ آیت ہے۔ اور قرآن کریم کے ہر سورت کا آغاز سوائے سورہ التوبہ کے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوتا ہے۔ یہ ایک علامتی آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصیل کا کام کرتا ہے۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سورہ نمل کے علاوہ کسی دوسری سورت کی مستقل آیت نہیں ہے، یہ محض ہر سورت کے آغاز میں تبرک کے لئے لایا جاتا ہے۔ اگر یہ سورہ فاتحہ یا دوسری سورتوں کی مستقل آیت ہوتی تو اس میں اختلاف نا پایا جاتا۔ کیونکہ قرآن مجید کی ہر آیت تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

### حواشی وحوالہ جات

[1] العلق: 1

[2] هود: 41

[3] النمل: 30

[4] شعب الإيمان، أحمد بن الحسين أبو بكر البيهقي، حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه: الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد أشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه: مختار أحمد الندوي، صاحب الدار السلفية ببومباي – الهند، الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2003 م 4\19-

[5] مصدر سابق، 4\20-

[6] مصدر سابق، 4 \21-

[7] مصدر سابق،4\22-

[8] مصدر سابق، 4\24-

[9] مصدر سابق، 4\214-

[10] مصدر سابق، 4\215-

[11] مصدر سابق، 4\216-

[12] مصدر سابق، 4\217-

[13] مصدر سابق، 7\161-

[14] مصدر سابق، 8\24-

[15] الأم، الشافعي أبو عبد الله محمد بن إدريس ، الناشر: دار المعرفة – بيروت، الطبعة: بدون طبعة، سنة النشر: 1410هـ/1990م، 1\129.

[16] سنن الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمرالدارقطني، حققه وضبط نصه وعلق عليه: شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبي، عبد اللطيف حرز الله، أحمد برهوم، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1424 هـ - 2004 م، 2\86-

[17] صحيح ابن خزيمة، المحقق: د. محمد مصطفى الأعظمي، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت، 1\248-

[18] تقريب التهذيب، ابن حجر عسقلانى، المحقق: محمد عوامة، الناشر: دار الرشيد – سوريا، الطبعة: الأولى، 1406 – 1986، 1\417-

[19] ميزان الاعتدال في نقد الرجال، شمس الدين ذهبى، تحقيق: علي محمد البجاوي، الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1382 هـ - 1963 م، 3\228-

[20] سنن ابى داود، ح 788، 1\209- .

[21] سنن ابى داود، ح784، 1\208-

[22] تفسير ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي، المحقق: سامي بن محمد سلامة، الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع الطبعة: الثانية 1420هـ - 1999 م، 1\117-

[23] صحيح مسلم، مسلم بن حجاج، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت، ح 395، 1\296-

[24] سنن ابى داود،ح1457، 2\71-

[25] سنن الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمرالدارقطني، حققه وضبط نصه وعلق عليه: شعيب الارنؤوط، حسن عبد المنعم شلبي، عبد اللطيف حرز الله، أحمد برهوم، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1424 هـ - 2004 م، 2\86-

[26] المعجم الأوسط، سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، المحقق: طارق بن عوض الله بن محمد , عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني، الناشر: دار الحرمين – القاهرة، ح 5،5102\208-

[27] تفسير قرطبى، أبو عبد الله محمد بن أحمد القرطبي و تحقيق : أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، الناشر : دار الكتب المصرية – القاهرة ، الطبعة : الثانية ، 1384هـ - 1964 م 1\95-

28 سنن الترمذي، ح 245، 2\14-

29 سنن الترمذي، ح 246، 2\15-

30 معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي، المحقق : عبد الرزاق المهدي، الناشر : دار إحياء التراث العربي -بيروت، الطبعة : الأولى ، 1420 هـ. 1\70.

31 الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد شمس الدين القرطبي، تحقيق : أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، الناشر : دار الكتب المصرية – القاهرة، الطبعة : الثانية ، 1384هـ - 1964 م، 1\98.

32 الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار، أبو بكر بن أبي شيبة، المحقق: كمال يوسف الحوت، الناشر: مكتبة الرشد - الرياض الطبعة: الأولى، 1409، 7\120- .

33 الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد شمس الدين القرطبي، تحقيق : أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، الناشر : دار الكتب المصرية – القاهرة، الطبعة : الثانية ، 1384هـ - 1964 م، 1\99-

34 التفسير المقاصدى للنص النبوى عند الامام الدهلوى، رسالہ ماجستير، عبد الرحمن رداد، جامعة الامير القادرىہ للعلوم الاسلامىہ-قستنطنىہ-

35 أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي، المحقق: محمد عبد الرحمن المرعشلي، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الأولى - 1418 هـ، 1\25-

36 الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله ، الناشر: دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة - 1407 هـ، 1\4-

37 تفسير ابن كثير، 1 / 123-

38 معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي، المحقق : عبد الرزاق المهدي، الناشر : دار إحياء التراث العربي -بيروت، الطبعة : الأولى ، 1420 هـ ، 1 / 71- و الكشف والبيان عن تفسير القرآن، أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي، أبو إسحاق، تحقيق: الإمام أبي محمد بن عاشور، مراجعة وتدقيق: الأستاذ نظير الساعدي، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى 1422، هـ - 2002 م، 1\93-

39 سوره مَرْيَمَ: 7-

40 سوره مريم: 12-

41 سوره يُوسُفَ: 40-

42 معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي، المحقق : عبد الرزاق المهدي، الناشر : دار إحياء التراث العربي -بيروت، الطبعة : الأولى ، 1420 هـ. 1\70.

43 ايضا

44 ايضا

45 تفسير ابن كثير، 1\122-

46 [الأعراف: 127]

47 [الْمُؤْمِنُونَ: 91]

48 تفسير البغوي ، 1 / 71-

49 تفسير ابن كثير، 1 / 123- و المعجم الوسيط، مجمع اللغة العربية بالقاهرة (إبراهيم مصطفى / أحمد الزيات / حامد عبد القادر / محمد النجار)، الناشر: دار الدعوة، 1\125.

50 تفسير البغوي - 1\99-

[51] تفسير ابن كثير، 1 / 123-

[52] تفسير ابن كثير، 1 / 124-

[53] لسان العرب، محمد بن مكرم بن على، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور، الناشر: دار صادر – بيروت،الطبعة: الثالثة - 1414هـ، 12\230-

[54] تفسير ابن كثير، 1 / 124-

[55] ايضا

[56] سنن الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة، الترمذي، أبو عيسى، تحقيق وتعليق:أحمد محمد شاكر (جـ 1، 2)، ومحمد فؤاد عبد الباقي (جـ 3)، وإبراهيم عطوة عوض المدرس في الأزهر الشريف (جـ 4، 5)، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر الطبعة: الثانية، 1395 هـ - 1975 م، بَابُ مَا جَاءَ فِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ، 4\315-

[57] تفسير القرطبي ، 1\99- و تفسير ابن كثير، 1 / 125-

[58] تفسير السمرقندي = بحر العلوم، أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي ، 1 / 14-